مانو

افسانہ رخشندہ کوکب

’صائم میرے پاس آ کر بیٹھو، مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے‘ماں نے پاس سے گزرتے ہوئے اپنے بیٹے کو آواز دیتے ہوئے کہا

’بندہ حکم کا غلام ہے، فرمائیے‘صائم نے کرسی کھینچ کر ماں کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا

’اب جو بات تم سے کرنے لگی ہوں اسے دھیان سے سننا اور ذمہ داری سے پتہ کرانا‘ ماں نے کہا

’لیکن ماں بھارت تو خود ہی میزائل چھوڑنے کا اعلان کرتا ہے اور نا کامی بھی قبول کر لیتا ہے، ہمیں کیا ضرورت ہے ان کے بارے میں جاسوسی کرنے کی‘صائم نے بہت سنجیدگی سے کہا

’تمہاری یہی بات مجھے بڑی لگتی ہے کہ تم کسی چیز کو سیئر لیس نہیں لیتے، ماہ نور کا رشتہ آیا ہے، تم نے اس بندے کے متعلق پتہ کرانا ہے‘

’کیا کہا۔۔۔ بھابھی کا رشتہ‘

’ایسے کیوں چونک پڑے ہو جب تک دائم زندہ تھا تو وہ ہمارے گھر کی بہو تھی اب بیٹا اس دینا میں نہیں رہا تو وہ ہماری بیٹی بن گئی ہے، بیٹیوں کی شادی کرنا ہر والدین کا فرض ہوتا ہے‘

’اور وہ جو دو چھوٹے بچے ہیں۔۔۔ ان کا کیا قصور ہے۔۔۔ باپ تو حادثے میں گیا، ماں سے دادی الگ کر رہی ہے‘

’کیسی باتیں کر رہے ہو میں کیوں الگ کرنے لگی، ماہ نور ساری زندگی تو بیوہ بن کر زندگی نہیں گزار سکتی، ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے بمشکل تیس کی ہو گی، والدین اس کے ہیں نہیں۔۔۔ بہن بھائی اپنے گھروں میں مست ہیں، اب ہم ہی اس کے سب کچھ ہیں۔۔۔ جانے دائم کو جانے کی کیا جلدی تھی اتنی جلدی چلا گیا ہے، میں نے نام ہی غلط رکھا تھا اس کا ’دائم‘‘ ماں نے ڈوپٹے سے انکھیں خشک کرتے ہوئے کہا

’دائم بھائی ہم سب کو زندگی بھر کا دکھ دے گے ہیں۔۔۔ ایک سال ہونے کو آیا ہے مگر لگتا ہے کہ ابھی کسی کمرے سے نکل آئیگے اور اب آپ نے بھابی کی شادی کا سوچ لیا ہے‘

’دل تو میرا ابھی بہت دکھتا ہے اس کی شادی کا سوچ کر مگر میں خود غرض نہیں بننا چاہتی ہوں اس نے مجھے بیٹیوں سے بڑھ کر سکھ دیا ہے، مجھے بھی اب ماں بن کر دکھانا ہے۔۔۔ میں تو اس کی اتنی عادی ہو گئی ہوں کہ اس کے بغیر مجھے اپنی زندگی ادھوری لگتی ہے اب تو مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ کون سی چیز کہاں رکھی ہے، ہر پل اسے آوازیں دیتی رہتی ہوں اور وہ خدا کی بندی بھی میری اک آواز پر دوڑی چلی آتی ہے اور بار بار بلانے پر بڑا نہیں مانتی، میں بھی اس کی شادی کی بات مجبوری میں کر رہی ہوں‘

’ماں! مانو ہمارے گھر کی فرد ہے وہ یہاں سے نہیں جا سکتی‘

’ایسا سوچنا تو مجھے بھی دکھ دیتا ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ اسکی شادی ضروری ہے ابھی مجھے کل کی بات لگتی ہے کہ جب دائم نے اس کا نام ماہ نور سے مانو رکھا تھا اور پھر ہم سب اس کا اصل نام بھول گے تھے اور مانو بلانا شروع کر دیا۔۔۔ میں نے تو دائم کے جانے کے بعد مانو کہنا ہی چھوڑ دیا ہے،

اسے اب پورے نام ’ماہ نور‘ سے بلاتی ہوں‘

’اب میں چلوں، مجھے اپنے دوست کی طرف جانا ہے‘ اس کی انکھیں انسوؤں سے بھرنے لگی

’چلے جانا مگر اس بندے کا ضرور پتہ کرنا، ہوسکتا ہے کہ اچھا بندہ ہو‘

’دیکھوں گا‘ صائم نے جاتے جاتے کہا

صائم بادل نخواستہ ماہ نور کے لیے آئے پروپوزل والے ایڈرس پر پہنچ گیا، باہر سے چھوٹی سی دوکان لگتی تھی اندر داخل ہوا تو بہت بڑا اسٹیشنری کا سٹور تھا تین چار لڑکے مختلف کسٹمرز کو چیزیں دیکھا رہے تھے، امیر آدمی لگتا ہے صائم نے سوچا،

وہ ادھر دیکھ رہا تھا کہ کون سٹور کا مالک ہے تو ایک بھاری آواز پر چونک پڑا

’باؤ جی کس چیز کی تلاش میں ہیں‘

صائم نے مڑ کر دیکھا تو دیکھتا ہی چلا گیا۔۔۔ یوں یوں اسے دیکھتا گیا اس کی انکھیں حیرت سے کھلتی چلی گئی۔۔۔ کاؤنٹر کے پیچھے ایک گوشت کا پہاڑ بیٹھا ہوا تھا، پیٹ اس کا گھٹنوں سے چھو رہا تھا۔۔

’ابا جی اب تو مجھے گھر جانے دیں، سکول کا ہوم ورک بھی کرنا ہے اور ٹسٹ کی تیاری بھی‘ ایک پندرہ سولہ سال کے لڑکے نے پوچھا

’کتنی بار تجھے سمجھایا ہے کہ پڑھنے میں وقت ضائع نہ کر، میرے ساتھ دوکان پر بیٹھا کر، کاروبار کی سدھ بدھ سیکھ لے تو زندگی بھر کام آئے گی، دس سال کی عمر سے دوکان چلا رہا ہوں، مارکیٹ میں اتنا اثر و رسوخ ہے کہ ایک فون کال پر لاکھوں کا مال پہنچا دیتے ہیں، سر کے بال یونہی سفید نہیں ہوئے‘ موٹے شخص نے کہا

صائم نے اس کے سر پر دیکھا تو سر پر بالوں کا نام و نشان بھی نہیں تھا، اس نے بہت غور کیا تو چندا یک بالوں سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ کبھی بال ہوا کرتے تھے، اسے زیادہ تشویش بڑھے ہوئے پیٹ کی تھی، پتہ نہیں یہ کھڑا بھی ہوسکتا ہے یا پیٹ راستے میں آ جاتا ہوگا

’ابا مجھے پڑھنے کا شوق ہے مجھے کاروبار نہیں کرنا‘

’باؤ جی اسے سمجھائیں کہ پڑھائی میں کیا رکھا ہے، جتنا ایک دن میں اس دوکان سے میں کما لیتا ہوں اتنا یہ بی اے ایم اے کر کے بھی ایک سال میں نہیں کما سکتا‘

’ابا میں جا رہا ہوں‘

’دوکان کون بند کرے گا‘

’کسی سے بھی کرا لینا‘ بچے نے جاتے جاتے کہا

’بس یہی ایک بیٹا ہے‘ صائم نے پوچھا

’ایک اس سے بڑا بھی ہے۔خیر آپ کو کیا لینا ہے‘

’مجھے کچھ لینا تھا۔۔۔ھاں یاد آیا۔۔۔کچن کے لیے ٹائلیز لینی ہیں‘ صائم نے چونک کر کہا

’باؤ جی آپ پڑھے لکھے لگتے ہیں، نوکری تو کرتے ہوں گے، مہینے کا کتنا کما لیتے ہیں‘

’اتنا کما لیتا ہوں کہ دن میں لاکھوں کمانے والے کو باؤ جی نہیں کہنا پڑتا‘ صائم نے بے ساختہ کہا۔۔۔وہ اسے حیران ہو کر دیکھنے لگا

’میں چلتا ہوں پھر چکر لگاؤ نگا‘ صائم نے جاتے جاتے کہا

’امی مجھے بازار جانا ہے ضرورت کی کئی چیزیں ختم ہو گئی ہیں‘ مانو نے اپنی ساس کے کمرے میں آ کر کہا

’کب جانا ہے‘ ماں نے پوچھا

’ابھی چلتے ہیں‘ مانو نے کہا

’ابھی۔۔۔ابھی تو رشتے کرانے والی آنٹی آنے والی ہیں‘ ماں کے منہ سے نکل گیا

’رشتے کرانے والی آنٹی۔۔۔ہمارے گھر میں۔۔۔ہمارے گھر میں تو کسی شادی نہیں ہونے والی۔۔۔صائم کی بات تو زارا سے پکی ہے اب آپ کے پوتے جگنو تو صرف چار سال کے ہیں پھر کیوں بلایا ہے اسے‘ مانو نے حیرت سے پوچھا

’میری جوان بیٹی بھی ہے۔۔۔اپنے آپ کو بھول رہی ہو‘ ماں نے بات سنبھالی

’ماں نہ میں جوان ہوں اور نہ غیر شادی شدہ۔۔۔دو بچوں کی ماں اور بیوہ ہوں اور آپ جانتی ہیں کہ بیوہ کے کیسے رشتے ایسی آنٹیاں لاتی ہیں اور احسان جتانے والے انداز سے بات کرتی ہیں، مجھے کہیں نہیں جانا اس گھر سے، بس ایک بار دائم کی دولھن بن کر اس گھر میں آئی تھی، اب مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ کسی اور کی دلھن بن کر اپنا گھر چھوڑ جاؤں، مجھے بس یہی پڑا رہنے دیں، زندگی بھر آپ اور ابا جی کی خدمت کروں گی‘ مانو نے اداسی سے کہا

’ہمارے تو چل چلاؤ کے دن ہیں اور کل کو صائم کی شادی ہو جائے گی۔۔۔تمہارے بچے بڑے ہونے میں پندرہ بیس سال پڑے ہیں، کیا ان بچوں کی خاطر عمر گزا دو گی‘ ماں نے سمجھانے کے انداز میں کہا

’زندگی کا کیا بھروسہ ہے کہ کوئی کب چلا جائے، موت کا تعلق عمر سے نہیں ہوتا، کیا دائم کے جانے کے دن تھے وہ چلے گے بغیر بتائے، اب میرا زندگی سے بھروسہ اٹھ گیا ہے، مجھے نہ شادی کرنی ہے نہ آپ کو چھوڑ کر جانا ہے‘ مانو کی انکھیں بھر آئیں

’لیکن بیٹے جب تک زندگی ہے اسے نبھانی پڑتی ہے، لوگ کیا کہے گے اپنے بڑھاپے کے لیے بہو کی شادی نہیں کر رہے، ہمارا کب دل چاہتا ہے کہ تم یہاں سے جاؤ مگر ہماری مجبوری ہے، ساتھی کے بغیر تو بڑھاپا نہیں گزرتا جوانی تو بہت مشکل ہے، ابھی تمہاری عمر ہی کیا۔۔۔جوانی ساتھی کے بغیر نہیں گزرتی، میں نے جب پہلی بار تمہاری شادی کا سوچا تو کلیجہ منہ کو آیا تھا مگر جب تمہارے ابا جی نے مجھے سمجھایا کہ زندگی کی حقیقتوں کو

قبول کر لینا چاہئے تو میں نے آہستہ آہستہ دل کو سمجھانا شروع کر دیا تھا، اب کہیں جا کر تمہاری شادی کی بات شروع کی ہے' ماں نے کہا

'آپ کی کسی بات سے مجھے اختلاف نہیں ہے مگر مجھے تو ابھی یہ یقین نہیں آیا کہ دائم اب اس دنیا میں نہیں ہیں، مجھ سے بچھڑ گئے ہیں اور میں اکیلی رہ گئی ہوں، ایک سال گزر گیا ہے اور آج بھی دائم کی آواز میرے کانوں میں گھونجتی رہتی ہے، کیسے کسی اور کے لیے دل کو راضی کر لوں، دل تو کسی کے قابو میں نہیں ہوتا، مانو نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا

'اچھا چھوڑو، پھر بات کریں گے۔۔۔لو دیکھو آنٹی بھی آ گئی ہیں تم اپنا موڈ درست کر لو، آدھے گھنٹے میں اسے رخصت کر دوں گی پھر چلتے ہیں بازار' ماں نے کہا

ابھی آنٹی بیٹھی ہی تھیں کہ صائم بھی کمرے سے نکل آیا

آنٹی آپ برا نہ منائیں تو بتا سکتی ہیں کہ کتنا عرصہ ہو گیا ہے آپ کو رشتے کراتے'

'تم کیوں پوچھ رہے ہو تمہاری بات تو پکی ہے ورنہ ایسی امیر خوبصورت لڑکی سے تمہارا رشتہ کراتی کہ ہمیشہ یاد رکھتے'

'آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا'

'کیا جواب دوں میری ماں بھی یہی کام کرتی تھیں اور میں نے دس سال کی عمر سے ان کے ساتھ جانا شروع کر دیا تھا، پہلا رشتہ میں نے اٹھارہ سال کی عمر میں کرایا تھا، تب میری شادی بھی نہیں ہوئی تھی'

'آپ جب کسی لڑکی اور لڑکے کی بات جوڑنے کا سوچتی ہیں تو ان کی عمر، قد کاٹھ، تعلیم اور خاندان آپس میں میل کرتے ہیں تو بات آگے بڑھاتی ہیں' صائم نے مانو کو اشارے سے کمرے میں جانے کا کہا

'ظاہر ہے یہ تو بنیادی باتیں ہیں' آنٹی نے کہا

'پھر بھابی اور اس گوشت کے پہاڑ میں کیا مناسبت دیکھی تھی جو آپ نے ماں کو رشتہ بتایا' صائم نے پوچھا

'کیا تم اس کو دیکھ آئے ہو مجھے تو نہیں بتایا' ماں نے حیرانی سے پوچھا

'ابھی آنٹی سے بات کر لوں تو آپ سے بات کرتا ہوں' صائم نے کہا

'ایک بیوہ اور دو بچوں کی ماں کے لیے مناسبت کی بات نہیں سوچی جاتی اس کے لیے جو بھی رشتہ ہوتا ہے بات چلا دی جاتی ہے آنٹی نے کہا

'گویا آپ بیوہ اور طلاق یافتہ عورت کو انسان ہی نہیں سمجھتی، جہاں چاہے باندھ دیا جائے' جانے آپ کی اس سوچ کی وجہ سے کتنی زندگیاں برباد ہوئی ہوں گی، آنٹی اس قسم کے بے جوڑ رشتے کرانے پر خدا سے معافی مانگیں اور خدا کو حاضر ناظر جان کر خود سے وعدہ کریں کہ آئندہ ایسے بے جوڑ رشتوں کا آپ سوچیں گی بھی نہیں، ہاں اس گوشت کے پہاڑ کا کہیں رشتہ نہ کرائیں جو اپنے بیٹے کو پڑھنے سے روک رہا ہے، وہ پڑھی لکھی لڑکی کا کیا حال کرے گا اور اس کی صحت اسے شادی کی اجازت نہیں دیتی' صائم نے نرمی سے کہا

'آمنہ آپا اگر آپ نے میری بے عزتی ہی کرانی تھی تو مجھے گھر کیوں بلایا تھا' انٹی نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا

’عذرا میں نے مناسب رشتے کی بات کی تھی، بے جوڑ کی نہیں، ماہ نور مجھے بیٹیوں سے بڑھ کر عزیز ہے‘ ماں نے کہا

’اتنی ہی عزیز ہے تو صائم سے اسکی شادی کردو، چار پانچ سال کا ہی تو فرق ہے، اور صائم کی ابھی بات ہی تو پکی ہوئی ہے نکاح تو نہیں ہوا‘ آنٹی نے غصے سے کہا

ماں اور صائم ایک دوسرے کے منہ دیکھنے لگ گے، آنٹی نے چادر اوڑھی اور نکل گئی، صائم خاموشی سے کمرے میں چلا گیا

’امی آج شاپنگ کے لیے چلیں، کچھ ضروری چیزیں خریدنی ہیں‘ مانو نے کمرے میں آ کر کہا

’میں تو کئی دنوں سے کہہ رہی تھی، چلو آج تمھیں خود خیال آ گیا ہے، چلو تیار ہو جاؤ، بچے صائم کے پاس چھوڑ جاتے ہیں وہ اس وقت گھر پر ہے‘

’ھاں یہ ٹھیک ہے، آپ صائم کو بتائیں اور میں لسٹ لے آ کر آتی ہوں‘

’تمہاری لسٹ بنانے کی عادت نہیں گئی‘ ماں نے ہنس کر کہا

’لسٹ ساتھ ہو تو وقت بھی بچتا ہے اور تمام چیزیں بھی یاد رہتی ہیں، گھر آ کر خود کو کوسنا نہیں پڑتا کہ فلاں چیز بھول گئی ہوں اور فلاں رہ گئی ہے مجھے بار بار بازار جانا پسند نہیں ہے‘ مانو نے کہا

’تم عمر سے بڑھ کر سوچتی ہو، جلد بوڑھی ہو جاؤ گی، ابھی کھیلو گھومو پھرو‘ ماں نے ہنس کر کہا

’جس کے ساتھ گھومتی پھرتی تھی وہ تو راستے میں چھوڑ کر چلا گیا، اب مجھے جلد بوڑھا ہو جانا چاہیے‘ مانو نے کہا

’کتنی بار تمہیں سمجھایا ہے کہ جانے والے کے ساتھ جایا نہیں جاتا، نہ جوگ لیا جاتا ہے زندگی گزارنی پڑتی ہے مجھے دیکھو جوان بیٹے کی موت کا دکھ دل میں بسا کر دنیا داری نبھا رہی ہوں، مر تو نہیں گئی، تم بھی جینا سیکھو‘ ماں نے کہا

’جی ایسا ہی کر رہی ہوں‘ مانو تیزی سے کمرے کی طرف مڑ گئی

’اب پھر ایک گھنٹہ رونے میں لگا دے گی‘ ماں نے سوچا

’کہاں کی تیاری ہے ماں‘ صائم نے کمرے میں آ کر کہا

’مانو کے ساتھ بازار جا رہی ہوں تم ذرا بچوں کا خیال رکھنا‘

’بچوں کو بھی ساتھ لیے چلتے ہیں، مانو ایک سال بعد گھر سے باہر نکل رہی ہے آئس کریم بھی کھائیں گے اور کھانا بھی باہر کھائیں گے‘ صائم نے کہا

’ٹھیک ہے اگر وہ مان گئی تو ۔۔۔ ابھی تو گھنٹہ بھر رونے میں لگائے گی‘ ماں نے بتایا

’کیسے نہیں مانے گی، بچے ضد کریں گے تو مان جائے گی‘ صائم نے کہا

’چلے امی میں تیار ہوں‘ مانو چادر اوڑھ کر آ گئی

’ویسے آپ کا یہ حلیہ بازار جانے والا نہیں ہے لیکن پھر بھی لیے چلتے ہیں سامان بھی تو کسی نے اٹھانا ہے، لوگ یہی سمجھیں گے خود تو اتنے تیار ہو کر با نکلے ہیں کام والی کو ڈھنگ کے کپڑے بھی نہیں لے کر دیئے، آپ نے ہمیں ظالم ظاہر کرنا تو ہم تیار ہیں‘ صائم نے اس کا حلیہ دیکھ کر کہا

’میرا تیار ہونے دل نہیں چاہتا‘ مانو نے بےزاری سے کہا

’ پہلے بتایا ہوتا، ہم گھر پر پارلر والے کو بلا لیتے، خیر اب بازار جا ہی رہی ہیں تو کسی اچھے سے پارلر سے مساج وغیرہ بھی کروا لینا، زارا کو دیکھا ہے کتنی تیار رہتی ہے‘ صائم نے دبی مسکراہٹ سے کہا

’مجھے اس سے مقابلہ نہیں کرنا اسے تیار ہونا سجتا ہے‘ مانو نے کہا

’کبھی کبھی آپ اچھا مزاق کر لیتی ہیں خیر سجنے کا حق ہر کسی کو ہوتا ہے۔۔۔ آپ بھی اس حق کو استعمال کریں‘

’تم دونوں میں نوک جھونک کیوں چلتی رہتی ہے، تم کیوں اس کی باتوں کو سئریس لیتی ہو، چلو اب خاموشی سے بازار چلو، راستے میں کوئی ایک دوسرے کو تنگ نہیں کرے گا خاص کر صائم تم کان کھول کر سن لو‘ ماں نے ڈانٹا

’مجھے دس منٹ دیں ابھی آتی ہوں‘ مانو بھاگ کر اپنے کمرے میں چلی گئی،

کمرے میں آتے ہی اس نے واڈروب کھولی، کلیوں والا بلیک کلر کا فراک نکال کر پہن لیا ساتھ چوڑی دار پاجامہ اور چنزی والا پرینٹڈ دوپٹہ لیا آنکھوں میں کاجل لگایا سکن کلر کی لپ سٹک لگا کر پانچ منٹ میں باہر آ گئی۔ ماں اور صائم ابھی باتیں کر ہی رہے تھے کہ اسے دیکھ کر حیران رہ گے۔۔۔ ’شکریہ ماہ نور بھابی، یہ ہے آپ کا اصل روپ، خوش کر دیا آپ نے‘ صائم نے اسے دیکھتے ہوئے کہا

’بس ایسے ہی رہا کرو‘ ماں بھی خوش ہوگئی

بچوں کے ساتھ مارکیٹ پہنچے تو صائم بچوں کیساتھ پلے لینڈ چلا گیا۔ ماں اور مانو کپڑوں کی دوکان میں چلی گئی

گھنٹے بعد ماں واپس آ گئی، صائم بچوں کے ساتھ تھا آئس کریم کھا رہا تھا

’صائم اب تم مانو کے ساتھ چلے جاؤ، میں تھک گئی ہوں‘ ماں نے کہا

’ٹھیک ہے آپ بیٹھے میں چلا جاتا ہوں، کس سٹور میں ہے‘ صائم نے ماں کے ھاتھ سے شاپرز پکڑ کر کرسی کے قریب رکھتے ہوئے پوچھا

’وہی۔۔۔ بڑا سا جو سٹور ہے‘ ماں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا

’میں سمجھ گیا‘ صائم نے کہا

’یہ سفید والا نہیں، فروزی اور پنک والا دکھائیں‘ صائم نے جاتے ہی کہا

’تم کہاں سے آ گے ہو‘

’میں نے تو آنا ہی تھا، ھاں یہ کلر ٹھیک ہے دوسرا وہ پرپل کلر ٹھیک رہے گا، بھائی صاحب وہ نکال دیں اور تیسرا بلیک کلر دے دیں‘ صائم نے مانو سے پوچھے بناء کہا

'شکر ہے بھائی صاحب آپ آ گے ہیں ورنہ باجی تو بہت ہلکے رنگ پسند کر رہی تھیں، اب اس عمر میں تو ایسے رنگ کوئی نہیں پہنتا' دوکان دار نے پہلے تمام کپڑے ایک طرف کرتے ہوئے کہا

'ان کو ہلکے کلر پسند تو ہیں مگر انھیں سجتے نہیں ہیں' صائم نے مانو کی طرف دیکھتے ہوے کہا

'باجی آپ کو اپنے گھر والے کی بات سننی چاہیئے' دوکان دار نے اپنی طرف سے مشورہ دیتے ہوئے کہا

مانو منہ کھولنے ہی لگی تھی کہ صائم نے اس کا بازو دباتے ہو کہا

'وضاحت مت کرنے بیٹھ جانا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے، صائم نے کان میں کہا

'بس جو کچھ خرید لیا ہے کافی ہے اب چلتے ہیں' مانو نے گبھرا کر کہا

'ابھی کہاں باجی۔۔۔میں نے اصل مال تو ابھی دیکھایا نہیں' دوکان دار نے فورا بندھا ہوا بیگ کھول دیا، اس میں بندیا والے کپڑے کی اتنی ورائٹی تھی کہ صائم بول اٹھا

'اتنے خوبصورت کلرز ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ سارے رنگ خرید لوں'

'خرید لو۔۔۔زارا کے لیئے' مانو نے ھاتھ میں کپڑا لیتے ہوئے کہا

'اس کے لیے بعد میں سوچوں گا پہلے آپ کے لیے تو لے لیں' صائم نے فورا کہا

مانو نے کچھ ماں کے لیے اور کچھ زارا کے لیے پسند کیے اور سٹور سے باہر آ گے، ابھی دونوں کسی اور شاپ میں جانے کا سوچ ہی رہے تھے کہ سامنے زارا نظر آ گئی

'یہ کہاں سے آ گئی ہے۔۔۔اب ایک گھنٹہ تو یہ باتوں ضائع کر دے گی' صائم نے کہا

'چلو اچھا ہوا کہ زارا آ گئی ہے اس کے ساتھ باقی چیزیں خرید لیتی ہوں' مانو نے کہا

'تم دونوں یہاں کیا کر رہے ہو' زارا نے آتے ہی پوچھا

'نہ دعا نہ سلام۔۔۔مارکیٹ میں لوگ کیا کرنے آتے ہیں' صائم نے کہا

'یہی تو میں پوچھ رہی ہوں کہ تم دونوں یہاں کیا کر رہے ہو' زارا نے مانو پر ایک گہری نظر ڈالتے ہوئے کہا

'کیا آپ وضاحت کریں گی کہ 'تم دونوں' سے کیا مطلب ہے' صائم نے پوچھا

'کتنی دیر سے شاپنگ کر رہے ہو' زارا نے ایک اور احمقانہ سوال کیا

'لگتا ہے کہ تم کھائے پیئے بغیر گھر سے نکل آئی ہو اس لیے تمہارا دماغ کام نہیں کر رھا اور الٹے سیدھے سوال کر رہی ہو' صائم نے ہنس کر کہا

'میرے سوال الٹے سیدھے نہیں ہیں، تم مجھے اچانک دیکھ کر پریشان ہو گے ہو اس لیے کوئی جواب نہیں بن رھا' زارا نے طنز کرتے ہوئے کہا

'مانا تم خوبصورت نہیں ہو مگر اتنی بھی خوفناک نہیں ہو کہ تمہیں دیکھ کر ہم گبھرا جائیں' صائم کہاں چپ رہنے والا تھا

’بھابی آپ کیوں خاموش ہیں‘ زارا نے کہا

’تم دونوں کی نوک جھونک ختم ہو تو میں بھی کچھ کہوں، میں تو تمہیں دیکھ کر خوش ہوگئی تھی کہ باقی شاپنگ تمہارے ساتھ کروں گی، تم تو جانتی ہو کہ صائم کے ساتھ کچھ خریدنا کتنا مشکل ہوتا ہے‘ مانو نے مسکرا کر کہا

’میں کہاں جانتی ہوں مجھے تو کبھی اس نے شاپنگ کرائی نہیں‘ زارا نے فورا کہا

’میں نامحرم کے ساتھ نہیں گھومتا‘ صائم نے دبی مسکراہٹ سے کہا

’بھابی تو محرم ہے‘ زارا نے فورا کہا

’منہ سے نکالنے سے پہلے سوچ لینا چاہیئے، بزرگوں کی یہی نصیحت ہے‘ صائم نے کہا

’سچی بات کہنے کے لیے سوچا نہیں جاتا، اب میں چلتی ہوں کباب میں ھڈی نہیں بننا چاہتی‘ زارا نے کہا اور چلی گئی

’اب آپ اس کی باتوں پر موڈ آف نہ کر لینا، میں ہمیشہ سے یہی کہتا آ رھا ھوں کہ زارا خاموش ہو تو قبول صورت لگتی ہے بول پڑے تو احمق لگتی ہے، جانے آپ اور ماں نے کیا سوچ کے اسے میرے لیے پسند کیا ہے، ابھی بھی وقت ہے آپ دونوں اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لیں‘ صائم نے مانو کے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھ کر کہا

’چلو گھر چلتے ہیں‘ مانو نے کہا

’کیوں چلیں، آپ ایک سال بعد گھر سے نکلی ہیں، ابھی بچوں کے بھی کپڑے خریدنے ہیں‘ صائم نے کہا

’پھر آ جائیں گے، میں اور امی تھک گئی ہیں‘ مانو نے بےزاری سے کہا

’ٹھیک ہے‘ صائم بھی اس کا آف موڈ دیکھ کر مان گیا

دونوں بچوں اور ماں کو لے کر گھر واپس آ جاتے ہیں

’آپا کیا زارا اور صائم کی لڑائی ہوئی ہے‘ ناظمہ نے فون کرتے ہی پوچھا

’زارا تو ہماری طرف آئی نہیں اور صائم تو تمہاری طرف میرے ساتھ ہی آتا ہے پھر لڑائی کہاں ہونی تھی‘ ماں نے کہا

’زارا بتا رہی تھی کہ صائم ماہ نور کے ساتھ گھوم رہا تھا‘ ناظمہ نے پوچھا

’زارا کا دماغ خراب ہوگیا ہے، مانو ایک سال سے گھر سے باہر ہی نہیں نکلی پھر صائم کے ساتھ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کبھی کبھی بچوں کو باہر لے جاتا ہے تو میں خود اسے کہتی ہوں کہ صائم کے ساتھ چلی جاؤ مگر وہ تو صاف انکار کر دیتی ہے پھر میں کیسے مان لوں کہ وہ صائم کے ساتھ باہر گھوم رہی تھی‘ آمنہ نے حیران ہو کر کہا

’اب زارا کو جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی، اس نے ان دونوں کو ساتھ دیکھا ہے تو بات کی ہے‘ ناظمہ نے کہا

’میں نہیں مانتی، میری زارا سے بات کراؤ‘ آمنہ نے کہا

ناظمہ نے فون زارا کو دے دیا

’سلام خالہ، میں نے بھابی کو مارکیٹ میں کپڑے کی دوکان سے صائم کے ساتھ نکلتے دیکھا تو میں بھی پاس پہنچ گئی۔ وہ بار بار اسے بھابی کہنے کی بجائے مانو کہہ رہا تھا اور اس نے تین چار شاپر بھی اٹھائے ہوئے تھے، اس کا مطلب ہے کہ وہ بہت دیر سے شاپنگ کر رہے تھے‘

’تم ایسے سوچو گی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی۔ اس دن وہ میرے ساتھ گئی تھی ایک سال کے بعد گھر سے نکلی تھی۔۔۔ میرے ساتھ اس نے ساری چیزیں خریدی تھیں، جب میں تھک گئی تھی تو میں بچوں کے ساتھ بیٹھ گئی اور صائم کو اس کے ساتھ بھیج دیا‘ ماں نے کہا

’آپ تو مجھے کہیں نظر نہیں آئی، وہ دونوں تو بہت خوش نظر آ رہے تھے‘ زارا نے کہا

’اب تم اپنے اندازے مجھے بتا رہی ہو، بہرحال مجھے تمہارا بات کرنے کا انداز پسند نہیں آیا کل کو تم نے اس کی دیورانی بننا ہے، یہی تمہاری سوچیں رئیں تو گزارا کرنا مشکل ہوگا، مجھے ایسی چھوٹی سوچ والی بہو نہیں پسند، تمہیں خود کو بدلنا ہوگا‘ آمنہ نے فون بند کر دیا

آمنہ خود سے باتیں کرتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ یہ دنیا کسی کو جینے کیوں نہیں دیتی، ذرا سی بات کو اتنا کیوں بڑھا لیتے ہیں لوگ، آج ہم زندہ ہیں، ہمارے ہوتے ہوئے میری سگی بھانجی اس پر الزام لگا رہی ہے۔ ہم نہ ہوتے تو بات کہاں سے کہاں پہنچا دیتے، سادی سی مانو کس کس کے سامنے وضاحت کرتی پھرتی، کیا دیور کے ساتھ ہنستے ہوئے نظر آنا جرم ہے، اللہ کرے اس کے لیے مناسب رشتہ مل جائے تا کہ اپنے گھر والی ہو جائے، مگر بیوہ کے لیے مناسب رشتہ تو دور کی بات ہے، مناسب رشتے کا سوچا ہی نہیں جاتا۔۔۔ معاشرے کے ٹھکرائے ہوئے لوگوں کے رشتے آتے ہیں، کیا کروں، آمنہ ابھی اور جانے کیا کیا سوچتی کہ صائم پاس آ کر بیٹھ گیا

’ماں کن سوچوں میں گم ہیں، زیادہ سوچوں سے بال سفید ہو جائیں گے، ابھی آپ نے میری شادی بھی کرنی ہے اور آپ نے میری شادی پر گانا بھی گانا ہے، صائم نے ماں کو ہنستے ہوئے کہا

’میں پریشان ہوں تمہیں مذاق سوج رہا ہے‘ ماں نے کہا

’راہ چلتے پریشانی پالنا، ہماری پاکستانی عورت کا پسندیدہ مشغلہ ہے، اب آپ کو کس بات کی پریشانی پریشان کر رہی ہے‘ صائم نے پوچھا

’مانو کی‘ ماں نے کہا

’اسے کیا ہوا ہے بیمار ہیں، ڈاکٹر کے پاس لیے چلتے ہیں‘ صائم نے کہا

’ہمارے بعد کون اس کا خیال رکھے گا‘ ماں نے کہا

’میں مر گیا ہوں‘ صائم غصے میں آ گیا

’تمہاری بیوی اسے جینے نہیں دے گی‘ ماں نے کہا

’اسے میں جینے نہیں دونگا‘ صائم نے ذرا سختی سے کہا

’عورت ایسے باتوں میں لگاتی ہے کہ مرد کو گھما کر رکھ دیتی ہے‘ ماں نے کہا

’اور اگر مرد کا میٹر گھوم جائے تو وہ دنیا کو ہلا کر رکھ دیتا ہے‘ صائم نے کہا

’میں ایسا نہیں چاہتی، میں چاہتی ہوں کہ ہر کوئی اپنا مقام پہچانے اور عزت و احترام کے ساتھ رہے‘ ماں نے کہا

’پھر مانو جیسی کوئی لڑکی لائیں، زارا میں تو ایسی کوئی خوبی نہیں ہے‘ صائم نے فورا کہا

’تمہیں بھی تو پسند ہے‘ صائم نے کہا

’میں نے تو آپ کے کہنے پر ھاں کی تھی ورنہ اس کی بول چال۔۔۔بس رہنے دیں آپ کی بھانجی ہے، کچھ کہوں گا تو برا لگے گا ورنہ آپ جانتی ہیں کہ دیکھنے میں وہ قبول صورت ہے، لمبا قد اور سفید رنگ بھی ہے مگر جب بولتی ہے تو ساری شخصیت کا ستیاناس کر دیتی ہے بس خاموش رہے تو ٹھیک ہے، صائم نے کہا

’خاموش وہ رہ نہیں سکتی۔۔۔مانو نے کتنی چاہ سے اس کی منگی کی تھی، اب وہ بہت شوق سے شادی کی تیاریاں کر رہی ہے مگر اس کی عجیب وغریب باتیں سن کر میرا دماغ گھوم جاتا ہے‘ ماں نے کھوئے کھوئے انداز سے کہا

’کیا بات کی ہے اس نے‘ صائم نے کریدا

’نہیں کوئی بات نہیں کی۔۔۔میں یونہی آنے والے وقت کا سوچ رہی تھی‘ ماں نے بات بدلی وہ نہیں چاہتی تھیں کہ صائم کو زارا سے بددل کرے

’ماں کیا آپ مانو کی شادی ضرور کرنا چاہتی ہیں‘ صائم نے پوچھا

’کرنی تو ہے مگر مناسب رشتہ ملے گا تو کرونگی‘ ماں نے کہا

’اور اگر نہ ملا تو‘ صائم نے پوچھا

’اچھے لوگوں کی دنیا میں کمی نہیں ہے، جو ہمارے نصیبوں میں ہوگا ہمیں مل جائے گا، ہم نے صرف نیت کرنی ہے اور کوشش کرنی ہے‘ ماں نے کہا

’ایک بات آپ کو کلیر کر دوں، مانو اس گھر سے جانا نہیں چاہتی، آپ اس کے ساتھ زبردستی کریں گی تو وہ آپ کو انکار بھی نہیں کرے گی اور خوش بھی نہیں ہونگی‘ صائم نے کہا

’میری دن رات ایک ہی دعا ہے اسے دائم سے بہتر ساتھی ملے اور ہم سب کو بھول جائے اور مجھے پکا یقین ہے ایسا ہو کر رہے گا‘ ماں نے کہا

’کیا بھائی سے بھی اچھا ساتھی اسے مل سکتا ہے، میرا دل نہیں مانتا‘ صائم نے کہا

’جب ملے گا تو تمہیں بھی یقین آجائے گا‘ ماں نے کہا

’اور اگر مانو نہ مانی تو۔۔۔اور پھر بچے‘ صائم نے کہا

’بچے ہم رکھیں گے، پھر اس کے دوسرے شوہر سے اور بچے بھی ہو جائیں گے، یہ دنیا بڑی ظالم چیز ہے سب کچھ بھلا دیتی ہے یونہی ہم دنیاداری میں پڑتے ہیں تو سب کچھ بھول جاتے ہیں، وقت کیسے گزرتا ہے انسان کو پتہ ہی نہیں چلتا، ہوش جب آتا ہے جب آگے جانے کا وقت آجاتا

ہے آگے جانے والے آگے چلے جاتے ہیں اور پیچھے رہنے والے آگے جانے والوں کی جگہ لے لیتے ہیں اور اس طرح زندگی گزرتی رہتی ہے‘ ما ں نے کھوئے کھوئے انداز سے کہا

’اگر زندگی اتنی تیزی سے گزر جاتی ہے تو پریشانی کس بات کی ہے، مانو بھی ہمارے ساتھ رہ کر زندگی گزار لے گی‘ صائم نے کہا

’یہ شادی بیاہ، بچے، رشتے دار، دوست احباب اور والدین دنیاوی رشتے ہیں، یہ نہ ہوں تو پہاڑ جتنی زندگی گزرتی نہیں۔۔۔جب دنیاداری میں پڑ جاتے ہیں تو زندگی ایسے گزر جاتی ہے جیسے ابھی کل کی بات ہو‘ ماں نے سمجھانے کے انداز میں کہا

’اس کا مطلب ہے کہ آپ مانو کی شادی کا فیصلہ کر چکی ہیں تو مانو کو بھی راضی کریں، تو میں اپنے آس پاس کوئی اچھا لڑکا دیکھتا ہوں‘ صائم نے اداسی سے کہا

’اگر تم میرا مقصد سمجھ گے ہو تو مانو بھی سمجھ جائے گی، ہم دونوں مل کر اسے سمجھا لیں گے‘ ماں نے کہا

آپ نے مجھے باتوں میں الجھا لیا ہے مجھے کہیں بہت ضروری جانا تھا چلتا ہوں رات کو ملاقات ہو گی‘ صائم تیزی سے باہر نکل گیا

فون بجنے پر ماں نے فون اٹھایا تو دوسری طرف رشتہ کرانے والی تھی ماں اس کی آواز سن کر خوش ہو گئی

’میں تو سمجھی تھی کہ تم ناراض ہو گئی ہو، شکر ہے تم نے فون کر لیا‘

’ایسی باتوں پر ہم لوگ ناراض ہونے لگے تو کاروبار کر لیا ہم نے۔۔۔ ہمارا تو کام ہی یہی ہے کہ لوگوں کی باتیں سن کر بھی ناطہ نہیں توڑنا، ماہ نور کے لیے بڑا اچھا رشتہ لائی ہوں سنو گی تو خوش ہو جاؤ گی‘

’جلدی سے بتاؤ، میں تو مانو کی بارات پر صائم کا ولیمہ رکھنا چاہتی ہوں بیٹی رخصت کر کے بہو لاؤنگی‘

’بس آپ تیاری پکڑیں، آج ہی اسے دیکھنے چلتے ہیں، صائم اگر گھر پر نہ ہو تو میں آپ کو لیتی ہوئی چلتی ہوں‘

’تم آ جاؤ، ڈرائیور کے ساتھ چلتے ہیں‘

’بس میں پہنچ رہی ہوں‘ دونوں نے فون بند کر دیا

راستے میں ماں نے پوچھا کہ اس کے کتنے بچے ہیں،

’بچے۔۔۔اس کی تو شادی ہی نہیں ہوئی، اچھی نوکری ہے نہ آگے نہ پیچھے، اکیلی جان ہے اسکی، ابھی چالیس کا ہوا ہے پورے بیس سال اس کی نوکری باقی ہے، ریٹائرمنٹ پر اتنا پیسہ مل جائے گا کہ آسانی سے مکان بنا لیں گے‘

’چالیس کا ہو گیا اور شادی نہیں ہوئی، بات دل کو لگتی نہیں ہے‘

’والدین ہوتے تو شادی کراتے‘

’اچھا دیکھتے ہیں‘

انٹی نے ایک گیٹ کے سامنے گاڑی رکوائی، اور دونوں عورتیں اندر چلی گئی

سامنے صحن میں ہی ایک دبلا پتلا بیمار سا مرد کرسی پر بیٹھا ملا

'سلام خالہ۔۔۔کافی دیر سے آپ کا انتظار کر رہا تھا'

'ٹریفک کا تو تمہیں پتہ ہی ہے، روز دفتر جاتے ہو'انٹی نے چادر اتارتے ہوئے کہا

'ھاں یہ تو ہے' دبلے پتلے مرد نے کہا

'یہ لڑکی کی ساس ہے، ان کا بیٹا پچھلے سال فوت ہوا ہے، جوان بہو ہے کتنی اچھی ساس ہیں کہ بہو کا گھر دوبارہ بسانا چاہتی ہیں ورنہ آج کے زمانے کون ایسے سوچتا ہے' انٹی نے تعارف کراتے ہوئے کہا

'اچھے لوگ بھی اس دینا میں ہوتے ہیں، خالہ میں نے چائے کا سارا بندوبست کیا ہوا ہے، میں چائے لے کر آتا ہوں' اور وہ اٹھ کر اندر چلا گیا

'عذرا لڑکا کہاں ہے، ماں نے پوچھا

'یہی تو ہے' انٹی نے کہا

'یہ لڑکا ہے، لاغر سا، مجھے تو اس کی صحت بھی مشکوک لگتی ہے، تم مجھے کہاں لے آئی ہو، یہ تو بیمار لگتا ہے، بس چلو یہاں سے، مجھے وحشت ہو رہی ہے اسے دیکھ کر' ماں نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا

'آمنہ تمہارا تو مزاج ہی نہیں ملتا، کیا کمی ہے اس میں، کھاتا کماتا ہے، اکیلی جان ہے ایک بیوہ کے لیے اس سے اچھا اور کیا رشتہ ہو سکتا ہے'

'تم کیا ہر وقت بیوہ بیوہ کہتی رہتی ہو، مجھے پہلی نظر میں ہی یہ نہیں بھایا۔ 'تم بیٹھو چائے پیئو، میں چل رہی ہوں، آئندہ ایسا رشتہ کبھی مت لانا' آمنہ نے چادر اٹھائی اور فورا گھر سے باہر نکل گئی

'اللہ معاف کرے۔۔۔اس عذرا کی بڑھاپے میں مت ماری گئی ہے، بار بار جتلاتی کہ مانو بیوہ ہے، بیوہ ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم اپنی مانو کو کنواں میں دھکا دے دیں، میں بعض آئی اس کی شادی سے، اچھا رشتہ نہ ملا تو گھر بٹھائے رکھوں گی، اپنے بعد صائم پر اس کی ذمہ داری ڈال کر جاؤنگی۔۔۔آمنہ گاڑی میں بیٹھے مسلسل یہی سوچ رہی تھی اور گھر پہنچ گئی اور کسی سے کوئی تذکرہ نہیں کیا

'امی آپ نے مجھے مانو کے رشتے کے لیے کہا تھا' صائم نے ماں کے کمرے میں آکر کہا

'کیا کوئی ہے تمہاری نظر میں' ماں نے فورا پوچھا

'میرے آفس میں عامر کو اپنے بڑے بھائی کے لیے بھابی کی تلاش ہے، اس کی بھابی پچھلے سال ہی فوت ہوئی ہے، عامر تو شکل وصورت اور سیرت کا بہت اچھا ہے، بھائی میں نے دیکھا نہیں ہے، کسی دن چلتے ہیں اس کے بھائی کو دیکھنے اور گھر بار بھی دیکھ لیں گے' صائم نے بتایا

'کسی دن کیوں، کل کیوں نہیں' ماں نے بے چینی سے کہا

’ٹھیک ہے عامر کو کل کے لیے کہہ دوں گا، آپ تیار رہیے میں آفس کے بعد لے چلوں گا‘ صائم نے کہا

تمہارے والد کو بھی ساتھ لے چلیں گے‘ ماں نے کہا

’ھاں کیوں نہیں، آخری فیصلہ تو انھیں کا ہوگا‘ صائم نے کہا

’آخری فیصلہ ان کا نہیں، مانو کا ہوگا، اگر ہمیں لڑکا پسند آگیا تو اسے گھر بلائیں گے اور مانو کو دکھا کر ہی کوئی فیصلہ ہوگا‘ ماں نے کہا

’یہ سوچ آپ کی بہت اچھی ہے، مانو کو دکھائے بغیر تو فیصلہ کرنا مناسب نہیں لگتا‘ صائم خوش ہو گیا

’تمہارے سسرال والے بھی شادی کا کہہ رہے ہیں‘ ماں نے کہا

’یہ تو طے ہے کہ مانو کی شادی سے پہلے میں شادی نہیں کروں گا اور زارا سے ہی کروں گا اس کا فیصلہ ابھی باقی ہے۔ وہ بہت چھوٹے ذہن کی ہے نجانے کیا کیا سوچتی رہتی ہے‘ صائم نے کہا

’ہے تو چھوٹے ذہن کی مگر تمہاری کزن بھی ہے‘ ماں نے کہا

’اب کزن کی وجہ سے میں اپنی زندگی تو برباد نہیں کر سکتا‘ صائم نے فوراً کہا

’ٹھیک ہو جائے گی‘ ماں نے کہا

’اس لیے میں بھی اس کے ٹھیک ہونے کا انتظار کر رہا ہوں، دیکھیے کب اپنی عمر کے مطابق میچور ہوتی ہے‘ صائم نے ہنستے ہوئے کہا

ماں اس کی بات سن کر مسکرا پڑی

’ لڑکا دیکھنے کے بعد واپسی پر گاڑی میں سب اپنی اپنی رائے کا اظہار کر رہے تھے

’میرا خیال ہے کہ لڑکا شکل وصورت کا بھی اچھا ہے اور نوکری بھی بہت اچھی ہے، گھر بار سب ٹھیک ہے، بات چیت میں بھی بہت بااخلاق ہے میرا خیال ہے بات آگے بڑھاتے ہیں‘ والد نے واپسی میں اپنی رضامندی دیتے ہوئے کہا

’ھاں بظاہر تو سب کچھ ٹھیک ہے مگر آپ نے اس کے آفس میں جا کر پتہ ضرور کرانا ہے‘ ماں نے کہا

’وہ تو میں نے سوچ لیا ہے، صبح ہی ابراہیم کو فون کروں گا اور اس سے پوچھونگا۔۔۔ رشتہ کرانے والے لاکھ لڑکے کی گارنٹی دیں جو بات کولیگ بتاتے ہیں وہی درست ہوتی‘ والد نے کہا

’ابراہیم بھائی وہی کام کرتے ہیں، یہ تو بڑی اچھی بات ہے اب میں مطمئن ہوگئی ہوں کہ ابراہیم بھائی نے تسلی کرادی تو بات پکی کرلیں گے، ورنہ نہیں، ماں نے کہا

’کیوں صائم تمہاری کیا رائے ہے‘

’آپ بالکل درست فرما رہے ہیں اگر ابراہیم انکل نے لڑکے کی گارنٹی دی تو پھر ہم مانو سے بات کریں گے ورنہ ابھی اس سے بات کرنے کی

ضرورت نہیں ہے' صائم نے سڑک پر نظریں جمائے ہوئے کہا

'ابراہیم میں نے اپنی بہو ماہ نور کے لیے ایک رشتہ پسند کیا ہے، اور وہ لڑکا تمہارے آفس میں جاب کرتا ہے' والد نے فون کرنے کے بعد کہا

' کیا نام ہے اس کا۔۔۔ کیونکہ میرے آفس میں سب شادی شدہ ہیں' ابراہیم صاحب نے حیرت سے پوچھا

'احمر سیال، اچھی سینئر پوسٹ پر ہے' والد نے بتایا

'احمر سیال۔۔۔کیسی باتیں کررہے ہیں آپ۔۔۔، وہ تو شادی شدہ ہے بلکہ اس کی یہ دوسری شادی ہے پہلی بیوی پانچ سال پہلے فوت ہوگئی تھی اور اس کی شادی بھی ہمارے باس کی بیٹی سے ہوئی تھی اور وہ پچھلے سال ہی تو ریٹائر ہوئے ہیں' ابراہیم صاحب نے وضاحت سے بتایا

'عجیب بات ہے' والد نے کہا

'میں آپ کو اشفاق صاحب کا نمبر دیتا ہوں، وہ احمر کے سسر ہیں آپ خود ان سے بات کرلیں' ابراہیم نے انھیں نمبر لکھواتے ہوئے کہا

صائم کے والد نے اسی وقت اشفاق صاحب کا نمبر ملایا، دوسری طرف سے فون اٹھانے کے بعد صائم کے والد نے بات شروع کی

' کیا آپ اشفاق صاحب بول رہے ہیں'

'جی' اشفاق نے کہا

' آپ احمر کو جانتے ہیں' والد نے پوچھا

'میرا داماد ہے، کیا ہوا اسے، خریت ہے' اشفاق نے کہا

'جی بالکل خریت ہے، آپ کی بیٹی کی شادی پچھلے سال ہوئی تھی' والد نے پوچھا

'ھاں مگر آپ کیوں پوچھ رہے' اشفاق نے کہا

'اب آپ سے کیا چھپانا، میری بیوہ بہو کے لیے ہمیں کسی نے احمر کا رشتہ بتایا ہے، ہم اس کے بارے میں پتہ کررہے تھے کہ ابراہیم جو میرے دوست ہیں ان سے بات کی تو انھوں نے اس کے شادی شدہ ہونے کی تصدیق کی، مگر میں نے یقین نہیں کیا تو انھوں آپ کا نمبر دے دیا۔۔۔ میں تو حیران رہ گیا ہوں کہ لوگ کس دیدہ دلیری سے جھوٹ بولتے ہیں اور کتنے مہذب بنتے ہیں' والد نے سیدھی بات کی

'وہ ایک اور شادی کے چکر میں پڑ گیا ہے، ابھی تو میری بیٹی اس کے گھر میں ہے، اشفاق نے کہ گھبرا کہا

'مگر جب ہم ان کے گھر گے تھے تو اس کی والدہ کے علاوہ کوئی دوسری عورت گھر پر نہیں تھی' والد نے کہا

'میری بیٹی گھر آئی ہوئی ہے کیونکہ انھوں نے اسے جائیداد سے حصہ لانے کو کہا ہے، وہ ہمارا خاندانی گھر بکوانا چاہتا ہے، اور بیٹی کو مجبور کررہا ہے کہ اپنا حصہ مانگے، اب میں گھر بیچ کر اس کا حصہ تو نہیں دے سکتا اور پھر میرے بیٹے کہتے ہیں کہ ایک بار ہم اس کے سامنے جھک گے تو کل کو کوئی اور مطالبہ کردے گا، وہ دو ماہ سے میری بیٹی کو لینے نہیں آیا اور ہم نے بھی بیٹی کو نہیں بھجا' اشفاق نے کہا

'آپ اگر برا نہ مانیں تو اتوار کو اپنی بیٹی کے ساتھ ہمارے گھر آ سکتے ہیں' والد نے کہا

'اس سے کیا ہوگا' اشفاق نے کہا

آپ آ جائیں سب کچھ آپ کے سامنے ہوگا' والد نے کہا

'ٹھیک ہے کتنے بجے پہنچنا ہے' اشفاق نے کہا

'شام چار بجے' والد نے کہا

'ٹھیک ہے اتوار کو شام چار بجے ملاقات ہوگی' دونوں بزرگوں نے فون بند کر دیا

احمر اپنے بھائی اور والدہ کے ساتھ چار بجے سے دس منٹ پہلے پہنچ گیا، سوٹ میں وہ خاصا سمارٹ لگ رہا تھا پھر اس کا بات کرنے کا انداز اور اس کا اخلاق ہر ایک کو گرویدہ کر رہا تھا

'احمر صاحب آپ کی پہلی بیوی تو پانچ سال پہلے وفات پا گئی تھی اور آپ نے پانچ سال تک شادی نہیں کی'

'جی مجھے اس کے مرنے کا اس قدر افسوس ہوا تھا کہ میں بہت عرصے تک صدمے سے باہر ہی نہیں نکلا، اب تو امی جان کے اصرار پر شادی کے لیے راضی ہوا ہوں' احمر نے نرمی سے کہا

'پہلی بیوی سے تو کافی جائیداد ملی ہوگی، اکلوتی اولاد جو تھی' والد نے پوچھا

'یہ تو دنیاداری ہے، ورنہ جائیداد سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے' احمر نے نرمی سے کہا

'ہماری بہو کے نام تو کچھ بھی نہیں ہے' والد نے کہا

'یہ مکان۔۔۔' احمر نے پوچھا

'یہ مکان چھ کنال کا ہے ہمارے بعد میرے چھوٹے بیٹے اور پوتی پوتے میں تقسیم ہوگا مگر بچے تو ہم ہی رکھیں گے اور چاچا ہی ان کی دیکھ بھال کرے گا اس لیے مکان تو تقسیم نہیں ہوگا' ماں نے کہا

'بچے تو والدہ کے ساتھ جائیں گے کیوں کہ ابھی وہ بہت چھوٹے ہیں' لڑکے کی والدہ نے کہا

'یہ والدہ کے ساتھ نہیں جائیں گے، یہی رہئے گے' صائم نے کہا

'یہ تو والدہ کے ساتھ زیادتی ہے' لڑکے کی ماں نے کہا

' زیادتی کیسی، ماہ نور جب چاہے مل سکتی ہے ملنے پر کوئی پابندی تو نہیں ہوگی' ماہ نور کی ساس نے کہا

'شوہر کی جائیداد میں بیوی کا حصہ تو ہوتا ہی ہے، اور بچے نابالغ ہوں تو باپ کی جائیداد بھی بیوی کو ہی ملتی ہے'

بیل بجنے پر صائم مہمانوں کو لینے چلا گیا اور جب اشفاق صاحب اپنی بیٹی صوبیہ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئے تو دونوں بیٹوں اور ماں کے

چہرے کا رنگ اڑ گیا

'صوبیہ بیٹی تمہارا مجرم سامنے بیٹھا ہے جو چاہے سزا دو' صائم کے والد نے کہا

تینوں جلدی سے کمرے سے باہر جانے کی کوشش کرتے ہیں

'پولیس کا بھی بندوبست کیا ہوا ہے، یہ یہاں سے کہیں نہیں جاسکتے' صائم نے کہا

'ہمیں معاف کردیں،

'معافی تو مل سکتی تھی اگر ایک بار دھوکہ دیا ہوتا، مگر ہمارے بعد نجانے کتنے گھروں کی بیٹیاں برباد کروگے اور ابھی تو پہلی بیوی کی موت کی بھی تفتیش ہونی باقی ہے کہ وہ کیسے فوت ہوئی ہے' صائم نے کہا

'انکل ہم وعدہ کرتے ہیں کہ صوبیہ کو ہمیشہ خوش رکھیں گے اور جائیداد سے حصہ بھی نہیں مانگیں گے، بس آپ ہمیں جانے دیں' احمر نے کہا

'اشفاق صاحب اور ان کی بیٹی صوبیہ آپ کو معاف کر بھی دیں مگر میں آپ کے خلاف ایف آئی آر درج ضرور کراؤں گا، تم جیسے دھوکہ باز لوگوں کو جب تک سزا نہیں ہوجاتی تم گھر برباد کرتے رہوگے، میں ہر بیٹی کے والدین سے درخوست کرونگا کہ رشتہ کرنے سے پہلے ہر حال میں لڑکے کے کردار اور خاندان کے بارے میں مکمل جانچ پڑتال کرائیں۔۔۔شادی نہ ہونا یا دیر سے ہونا پریشانی کا باعث نہیں ہے مگر دھوکے باز خاندان میں شادی ہونا زندگی بھر کا روگ بن جاتا ہے اور لڑکی اور اس کے والدین ساری زندگی بلیک میل ہوتے رہتے ہیں' صائم نے کہا

ساتھ ہی پولیس کمرے میں داخل ہوئی اور تینوں کو گرفتار کر کے لے گئی

'اشفاق صاحب آپ فکر نہ کریں چند دن تھانے میں رہیئے گے تو ہوش ٹھکانے آجائے گے، اور پھر کبھی صوبیہ بیٹی کو تنگ نہیں کرے گے، چند دن بعد ہم انہیں معاف کر کے ان پر احسان جتا کر ان کی ضمانت کرالیں گے' صائم کے والد نے کہا

'آپ تو ہمارے لیے فرشتہ ثابت ہوئے ہیں ورنہ میں تو مکان بیچنے کا سوچ رہا تھا' اشفاق صاحب نے کہا

'اب ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا، چلیے اب چائے پیتے ہیں' صائم نے کہا

'تمہاری خالہ نے گھر بلایا ہے' ماں نے صائم کے کمرے میں آکر کہا

'کھانے پر یا یونہی' صائم نے پوچھا

'تمہیں کھانے کی پڑی ہے مجھے یہ فکر ہے کہ وہ شادی کی تاریخ نہ مانگ لیں' ماں نے کہا

'شادی کی تاریخ تو ہم دینے والے نہیں' صائم نے کہا

'ڈیٹ تو دینی پڑے گی، دائم کی زندگی میں یہ رشتہ ہوا تھا، اب اس کو بھی ہم سے جدا ہوئے سال سے اوپر ہوگیا ہے، کیا بیٹے ماں کو اس طرح چھوڑ جاتے ہیں' ماں کی آنکھیں بھر آئی

'ماں خالہ کے گھر جانے کی بات ہو رہی تھی' صائم نے فوراً ماں کی توجہ ہٹاتے ہوئے کہا

'کب چلیں تمہاری خالہ کے گھر' ماں نے پوچھا

'ابھی چلتے ہیں' صائم نے کہا

'مانو کو بھی ساتھ لیے چلتے ہیں، یہ رشتہ بھی تو مانو کی مرضی سے طے ہوا تھا' صائم نے کہا

'اب مانو ہی انھیں کھٹک رہی ہے، انھوں نے مانو کو نہیں بلایا' ماں نے بتایا

'میں تو مانو کے بغیر نہیں جاؤں گا۔۔۔ پھر اگر مانو جائے گی تو خوب تیار ہو کر جائے گی۔۔۔' صائم نے ہنستے ہوئے کہا

'چھوٹی سی بات کو آگے نہیں بڑھاتے، ہم دونوں چلتے ہیں دیکھتے ہیں کیا بات انھوں نے کرنی ہے' ماں نے سمجھایا

'چلیں آپ تیار ہو جائیں' صائم نے بات ختم کرتے ہوئے کہا

دونوں ماں بیٹے جب گھر پہنچتے ہیں تو زارا انھیں لان میں ہی مل گئی

صائم نے فوراً اسے چھیڑا

' کچھ کھانا وغیرہ بھی بنایا ہے یا پھر چائے پر ہی ٹرخا دو گی'

' کھانا پکانے میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے' زارا نے کہا

'مرد تو کھانا گھر والی کے ھاتھ کا ہی پسند کرتا ہے، اب تم بھی کھانا بنانا سیکھ لو تو بہتر ہے ورنہ میں مانو سے دوستی بڑھا دوں گا' صائم نے چھیڑا

'پہلے کیا کم ہے' زارا نے طنز سے کہا

'ھاں تھوڑی سی کسر رہ گئی ہے، اب کھانا کچن میں یا ڈائننگ روم میں کھاتا ہوں اگر تم نے کھانا بنانا نہ سیکھا تو مانو کے ساتھ مانو کے کمرے میں کھایا کروں گا' صائم کہاں خاموش رہنے والا تھا

'زارا تم کس کی باتوں میں الجھ رہی ہو، اس کی مذاق کی عادت سے تم اچھی طرح واقف ہو، خیر امی کو بلاؤ مجھے جلد گھر جانا ہے' ماں نے کہا

'اس لیے تو ڈرتی ہوں کہ مذاق کی باتیں مذاق نہ بن جائیں' زارا نے ایک نظر صائم پر ڈالتے ہوئے کہا

صائم کوئی جواب دیتا کہ خالہ لاؤنج میں داخل میں داخل ہوئی

'لو میں آ گئی ہوں' ناظمہ نے ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے کہا

'کیا بات کرنی تھی میں تو سارے کام چھوڑ کر آ گئی ہوں' ماں نے پوچھا

'بس یونہی ملنے کو دل چاہ رہا تھا تو بلا لیا' ناظمہ نے کہا

'خود چلی آتی مجھے کیوں بلایا ہے' ماں نے کہا

'میں ماہ نور کے سامنے بات نہیں کرنا چاہتی تھی' ناظمہ نے کہا

’ماہ نور غیر تو نہیں، گھر کا ایک فرد ہے‘ ماں نے کہا

’شوہر کے فوت ہونے کے بعد عورت میں بہت تبدیلی آ جاتی ہے، ہر خواہش حسرت بن کر دل میں ڈیرہ ڈال لیتی ہے، اب شادی کی ڈیٹ کی بات تو اس کے سامنے نہیں ہو سکتی تھی‘ ناظمہ نے کہا

’اللہ نہ کرے ہمارے ہوتے ہوئے مانو کی کوئی خواہش حسرت بنے۔ وہ تو بہت شوق سے تیاریاں کر رہی ہے‘ ماں نے کہا

’ایک بات کہنا چاہ رہی تھی‘ ناظمہ نے کہا

’پوچھ ایسے رہی ہو جیسے کوئی انہونی بات کرنے لگی ہو‘ ماں نے کہا

’انہونی تو نہیں ہے مگر تم سمجھو گی‘ ناظمہ نے کہا

’کیا کہنا چاہتی ہو‘ ماں نے کہا

’جب تک ماہ نور کی شادی نہیں ہو جاتی زارا الگ گھر میں رہنا چاہتی ہے، میرا مطلب ہے کہ کچھ عرصے کے لیے صائم گھر کے پاس ہی کوئی مکان کرائے پر لے لے، دن میں دونوں ایک آدھ بار گھر کا چکر بھی لگا لیں گے مگر گھر الگ ہونا چاہیئے‘ ناظمہ نے کہا

’یہ بھی خوب کہی چھ کنال کا گھر میری بہو کے لیے جو میری بھانجی بھی ہے چھوٹا پڑ رہا ہے، الگ رہنا چاہتی ہے کیا تمہارے دل کو یہ بات لگتی ہے‘ ماں نے پوچھا

’بچی ہے اس کا الگ گھر میں رہنے کو دل چاہ رہا تو کیا حرج ہے‘ ناظمہ نے کہا

’ایسا ہو سکتا ہے کہ اوپر کے پورشن میں زارا شفٹ ہو جائے میں مانو کو نیچے اپنے برابر والے کمرے میں شفٹ کر دیتی ہوں، اس طرح اوپر کا سارا پورشن زارا کے پاس رہے گا‘ ماں نے تجویز دیتے ہوئے کہا

’مگر وہ ماہ نور کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، اس کا خیال ہے کہ ماہ نور بہانے بہانے سے صائم کو اپنے کاموں میں الجھائے رکھے گی، اور بچے بھی صائم سے بہت فری ہیں، زارا کو اتنا ٹائم نہیں مل سکے گا جتنا اسے ملنا چاہیئے، یا جتنا شادی کے بعد نئی نویلی دلھن اپنے شوہر کے ساتھ گزارنا چاہتی ہے اور پرائیویسی بھی چاہتی ہے‘

’ماں باپ نے اولاد کو پال پوس کر اس لیے جوان کیا ہوتا کہ جب والدین کو بچوں کی ضرورت ہو تو بیٹے بیویوں کے کہنے پر الگ ہو جائیں، خالہ میں ایسی بات سننے کے لیے بھی تیار نہیں ہوں عمل کرنا تو دور کی بات ہے‘ صائم جو مسلسل خاموش بیٹھا تھا، ماں کے بولنے سے پہلے ہی بول پڑا

’پھر زارا شادی کے لیے نہیں مانے گی‘ ناظمہ نے کہا

’اسے منا کون رہا ہے، میں تو پہلے ہی مانو کے کہنے پر مانا تھا ورنہ اس کی عادت اور مزاج میرے ساتھ نہیں ملتا۔۔۔ یہ تو اچھا ہوا کہ آپ کی طرف سے انکار ہو رہا ہے، میں انکار کرتا تو ماں اور مانو نے میرا دماغ کھا لینا تھا‘ اب میں ہرگز شادی نہیں کروں گا‘ صائم بول پڑا

’تم چپ رہو، میں بات کر رہی ہوں‘ ماں نے کہا

’آپ ایسی بات سن سکتی ہیں، میں ہرگز نہیں سن سکتا اور مجھے ایسی لڑکی سے شادی کرنی ہی نہیں جو ہمارے خاندان میں جدائی ڈالنے آرہی ہو، چلیں امی مجھے اور نہیں یہاں رکنا‘ صائم کھڑا ہو گیا

’ٹھیک ہے ناظمہ تم زارا کو سمجھاؤ ورنہ رشتہ ٹوٹ بھی سکتا ہے‘ ماں نے کہا

’پھر ٹوٹ ہی جائے تو بہتر ہے جب آپ لوگ لڑکی کی اتنی سی خواہش پوری نہیں کر سکتے تو کل کو بڑی خواہش کیسے پوری کریں گے‘ ناظمہ نے کہا

’گو کہ اس سے بھی بڑی خواہش کی توقع ہو سکتی ہے، میں نے بتا دیا ہے کہ اب مجھے زارا سے شادی نہیں کرنی، جب دل میں میل آجائے تو بہتر ہے کہ اچھے طریقے سے انکار کر دیا جائے آپ میری خالہ اس رشتے سے پہلے بھی تھیں اور ہمیشہ رہیں گی مگر اب میں زارا سے شادی نہیں کرونگا، چاہے اماں ابا کتنا دباؤ ڈالیں‘ صائم اپنی ماں کو لے کر واپس گھر آ گیا

’مانو صائم کے لائے ہوئے کپڑے پھیلا کر بیٹھی ہوئی تھی جب ماں بیٹا گھر میں داخل ہوئے، ان دونوں کے اتنی جلدی واپس آنے پر اس نے حیران ہو کر پوچھا

’آج خالہ نے اتنی جلدی کیسے آنے دیا ہے، کھانا بھی نہیں کھایا ہو گا‘

’آپ کو کھانے کی پڑی ہے، انھوں نے سیدھے منہ بات بھی نہیں کی‘ صائم نے منہ پھلا کر کہا

’میں نہیں مانتی کہ خالہ ایسا کچھ کریں‘ مانو نے تمام کپڑے سمیٹ کر ایک طرف رکھتے ہوئے کہا

’کھانا انھوں نے پوچھا کب تھا، ابھی تو بات کا آغاز ہوا تھا کہ ہم واپس آ گئے‘ امی نے اداسی سے کہا

’امی میں نے کتنی بار آپ سے کہا ہے کہ خالہ کے گھر جاتے ہوئے صائم کو ساتھ نہ لے کر جایا کریں، اس کی اور زارا کی نوک جھونک ہی ختم نہیں ہوتی، جانے یہ دونوں آئندہ شروع ہونے والی زندگی اکٹھے کیسے گزاریں گے‘ مانو نے کہا

’اس کی نوبت ہی نہیں آئے گی، آج میں نے انکار کر دیا ہے‘ صائم نے بتایا

’امی یہ کیا کہہ رہا ہے‘ مانو نے پریشانی سے کہا

’ھاں۔۔۔انکار کر کے آ گیا ہے‘ ماں نے کہا

’آپ نے روکا نہیں‘ مانو نے فوراً کہا

’میرے رکنے سے یہ رک جاتا، پھر ناظمہ نے بات ہی ایسی کہی کہ یہ انکار نہ کرتا تو میں کر دیتی‘ ماں نے کہا

’ایسی کیا بات کہہ دی تھی خالہ نے‘ مانو نے حیرت سے پوچھا

’بتانے والی نہیں ہے، بس اس رشتے کو ختم ہی سمجھو، دونوں میں کبھی بنی ہی نہیں تو زبردستی کی شادی کیا فائدہ‘ ماں نے کہا

’لیکن خاندان میں بنے رشتے اتنی جلدی نہیں ٹوٹ جاتے میں صبح بات کروں گی‘ مانو نے کہا

’تم ہرگز فون نہیں کروگی، صائم نے کہا

میں تمہارے ابا جی سے بات کرتی ہوں‘ ماں نے کہا

’ٹھیک ہے جیسے آپ کہتی ہیں، میں کھانا لگاتی ہوں ابا جی بھی نماز پڑھ کر آ گئے ہیں۔۔۔خیر صائم میں نے یہ تمام کپڑے جو اس دن تم نے میرے لیے خریدے تھے زارا کے لیے رکھ دیئے ہے‘ مانو نے پھیلے ہوئے کپڑے دوبارہ بیگ میں ڈالتے ہوئے کہا

’خبردار آپ نے دوبارہ زارا کا نام میرے سامنے لیا اتنی بدتمیز لڑکی میں نے کبھی نہیں دیکھی‘ صائم نے بہت اونچی آواز میں کہا کہ مانو گبھرا گئی

’میں کھانا لگانے جا رہی ہوں‘ مانو تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی

سب خاموشی سے کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک صائم بول پڑا

’مانو اتنے مزے کے دال چاول بنائے کہ میرا موڈ ٹھیک ہو گیا ہے‘

’میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں، میں جانتی تھی کہ زارا کے گھر جا رہے ہو نوک جھونک میں موڈ آف کر کے کے واپس لوٹو گے تو تمہاری پسند کا کھانا بنالیا، تا کہ تمہارا موڈ ٹھیک ہو جائے‘ مانو نے ہنس ہنس کر کہا

’اس لیے میں نے اس سے شادی کا فیصلہ کرلیا ہے جو میری رگ رگ سے واقف ہے‘

’لڑکی والوں کو انکار کر آئے ہو اور کہہ رہے ہو کہ شادی کا فیصلہ کرلیا‘ ماں نے کہا

’دنیا میں صرف زارا ہی لڑکی نہیں ہے اور بھی بے شمار ہیں، امی آپ کو میری اور مانو کی شادی کی فکر ہے تو میں آپ کی فکر ختم کیے دیتا ہوں‘ صائم نے چاول کھاتے ہوئے کہا

’بولو کیا کہنے والے ہو‘ ماں نے فوراً پوچھا

’مانو کو اگر انکار نہ ہو تو میں اس سے شادی کرنے کو تیار ہوں، مجھے جس مزاج کی لڑکی چاہیئے وہ صرف مانو ہے، پچھلے دس سالوں سے وہ اس گھر کے ہر فرد کے مزاج سے واقف ہے، اور ہم بھی اس کے اتنے عادی ہو گے ہیں کہ اس کے بغیر گھر کا ہر فرد ڈسٹرب ہو جائے گا اور اسے بھی اگلے گھر جا کر نئے ماحول کے مطابق خود کو ڈالنا پڑے گا، مجھے بھی نئی لڑکی کے ساتھ ایڈجسٹمنٹ کرنی پڑے گی جو بہت مشکل بات ہے‘ بہتر یہی ہے کہ مانو اسی گھر میں رہے‘ صائم نے اطمینان سے کہا

سب نے بات سنتے ہی چونک کر مانو کو دیکھا مگر منہ سے کچھ نہ بولے۔۔۔مگر صائم نے مانو کے چہرے پر بکھرے رنگ دیکھ لیے تھے اس لیے وہ دل میں خوش ہو گیا، مانو اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی

’صائم تم بھی کمال کرتے ہو، ایسی بات سب کے سامنے کہنے والی نہیں تھی تم ہم سے کہتے ہم مانو سے بات کرتے، اب اس نے برا مانا ہے یا اچھا مانا ہے کیسے فیصلہ ہو گا‘ ماں نے کہا

’صائم بیٹے میں تمہارے ساتھ ہوں تم نے میرے دل کی بات کی ہے‘ ابا جی نے کہا

’مجھے بھی بڑی نہیں لگی مگر اس کا کہنے کا انداز درست نہیں تھا‘ ماں نے کہا

’اگر ہم سوچتے رہتے تو کئی مہینے گزر جاتے، اب مانو خود فیصلہ کرے گی‘ صائم نے کہا

’ماں اگر صبح مانو نے معمول کے مطابق آپ کے کمرے میں چائے پہنچائی اور بچوں کے ساتھ ساتھ میرے لیے بھی ناشتہ تیار کر کے مجھے آواز دی تو سمجھ جائیں کہ وہ خوش ہے اگر کمرے سے باہر نہ نکلی تو بھی ہم سب اسے منا لیں گے‘ صائم نے اطمینان سے کہا

پھر صائم نے ماں کے ساتھ مل کر برتن سمیٹے اور کمرے میں آ گیا

مانو میری چیک والی شرٹ کدھر ہے‘ صائم نے اپنے کمرے سے آواز لگائی

’میں نے رات گرے شرٹ استری کی تھی‘ مانو نے کچن سے جواب دیا

’میری آج خاص میٹنگ ہے مجھے وہی شرٹ پہننی ہے‘ صائم نے کمرے سے ہی جواب دیا

’تمہاری واڈروب کے دوسرے خانے میں ہے‘ مانو نے کہا

’مگر مجھے کیوں نظر نہیں آ رہی‘ صائم نے کہا

’تمہیں تو سامنے پڑی چیز نظر نہیں آتی یہ تو پھر الماری میں پڑی ہے‘ ماں نے اپنے کمرے سے کہا

’میں جگنو کو ناشتہ دے کر آتی ہوں پھر استری بھی کر دوں گی‘ مانو نے کہا

’تم نے اس کا دماغ خراب کر دیا ہے‘ ماں نے دوبارہ اونچی آواز میں کہا

تم دونوں کے درمیان کیوں آ رہی ہو‘ ابا جی نے بیوی کو روکتے ہوئے کہا

’ماں آج اس کا دماغ خراب نہیں ہوا، پچھلے دس سال سے یہی دیکھتی آ رہی ہوں، یہ تو دائم کے ہوتے ہوئے بھی پہلے اپنے کام کراتا تھا‘ مانو نے ہنس کر کہا

’دونوں کو لگے رہنے دو‘ ابا جی نے ماں سے کہا

’شکر ہے مانو نے رات والی بات کا بڑا نہیں منایا‘ ماں نے کہا

’سمجھدار بچی ہے، میں تو بہت خوش ہوں‘ ابا جی نے کہا

’مانو مان گئی تو ہم اس جمعے کو ان دونوں کا سادگی سے نکاح کرا دیں گے‘ ماں نے ابھی بات مکمل بھی نہیں کی تھی کہ صائم کمرے میں داخل ہوا

’سادگی سے کیوں۔۔۔ میں نے پہلی اور آخری شادی کرنی ہے دھوم دھام سے کروں گا کم از کم۔۔۔ وری تو ضرور تیار ہو گی جو ہمیشہ لڑکے والوں کے لیے انگلش والی وری بن جاتی ہے‘ والدین مسکرا کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔۔۔